صفحہ تفسیر

قرآنی معارف وحقایق

(از جناب مولانا عبدالغفار صاحب حسن رحمانی عمرپوری استاذ جامعہ رحمانیہ بنارس)

(۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ الیٰ اخر السورۃ قسم ہے تین کی، اور زیتون کی، اور طور سینین کی، اور اس امن وامان والے شہر کی۔ بلدامین سے مراد یہاں مکہ مکرمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس محترم پاک مقدس بستی میں ہرقسم کی غارتگری اور بدامنی کو حرام قرار دیا اور اس کی حرمت وعظمت کو اس قدر بڑھایا کہ اس کے درخت پودوں کے کاٹنے اور خراب کرنے سے بھی منع فرمایا، صرف ضرورت کی بنا پر بعض چیزوں کے کاٹنے کی اجازت دی گئی ہے۔ جو اس شہر میں داخل ہوا وہ ہرقسم کی تباہی اور خونریزی سے محفوظ ہوگیا۔ یہاں اس شہر کی قسم کھا کر اس کی حرمت وعظمت ظاہر کرنی مقصود ہے۔ یہی وہ نورانی مرکز ہے جہاں سے آفتاب اسلام کی شعاعیں نمودار ہوئیں اور سارا عالم اس کی تابانیوں اور جلوہ افروزیوں سے جگمگا اٹھا۔

طور سینین، یہ وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو باری تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا، اور کلیم اللہ کے باعظمت لقب سے سرفراز ہوئے، اسی کو طور سینا بھی کہتے ہیں، بعض کا خیال ہے کہ سینا یا سینین پہاڑ کے قریب ایک گوشہ کا نام ہے، اس پہاڑ کی قسم کھانے سے اس کی رفعت وعظمت کا اظہار اور ان روشن نشانیوں کی یاد تازہ کرنی مقصود ہے جو اس پہاڑ پر موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کیلئے ظاہر ہوئیں۔

تین کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں۔ (۱) دمشق میں ایک پہاڑ ہے، جسکو طور تینا بھی کہتے ہیں۔ یہاں تین (انجیر) کی پیداوار بکثرت ہوتی ہے، (۲) تین دمشق کی مسجد کا نام ہے (۳) تین نوح علیہ السلام کی مسجد کا نام ہے جو انھوں نے کوہ جودی پر تعمیر کی تھی (۴) کوفہ یا حلوان وھمذان کے درمیان ایک مقام ہے جہاں نوح علیہ السلام طوفان کے بعد آکر ٹھیرے تھے۔ قول ۳ و ۴ کی بنا پر تین کی قسم کھانے سے حکمت صاف ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو عبرت حاصل ہو کہ نوح علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی کو ستانے والے اور جھٹلانے والے کس طرح تباہ وبرباد ہوئے، کہ آج صفحہ ہستی پر انکا نام ونشان بھی باقی نہیں ہے۔ خدا کے نبی اور اس کے فرمانبرداروں کو کس طرح رحمت الٰہی نے طوفان کی موجوں سے بچالیا، باقی قول ۱ و ۲ کے لحاظ سے بظاہر کوئی مناسبت نہیں معلوم ہوتی والعلم عند اللہ۔

زیتون۔ اسکی تفسیر میں بھی کئی اقوال ہیں، (۱) زیتون، طور زیتا کا نام ہے، (۲) بیت المقدس میں ایک پہاڑ ہے، (۳) زیتون بیت المقدس ہی کا نام ہے۔ یہاں زیتون کے باغ بکثرت ہیں اسلئے اس مقام کو زیتون کہا گیا۔ ان اقوال سے

یہ بات روشن ہوگئی کہ یہاں محض ان درختوں کی قسم کھانی مقصود نہیں ہے بلکہ ان مقامات کی جہاں یہ پیدا ہوتے ہیں۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں ان دونوں درختوں کی قسم کھاکر ان کے بیشمار فوائد اور ان گنت منافع کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اس صورت میں ان دونوں کی بلد امین اور طور سینین سے کوئی مناسبت نہیں معلوم ہوتی۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ قسم یہاں درختوں کی ہی کھائی گئی ہے لیکن فوائد کی بنا پر نہیں بلکہ اسلئے کہ ان دونوں سے بہت بڑے اہم واقعات کی یاد تازہ ہوجاتی ہے جن کے آثار ابتک انسان کے احوال میں باقی ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں نوع انسانی کی ابتدائی پیدائش سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جو طویل زمانہ گذرا ہے اس کے چار دور بعض کو یاد دلایا ہے "تین" سے اشارہ ہے انسان کے ابتدائی دور کی طرف جبکہ وہ جنت میں انجیر کے پتوں کے سایہ میں زندگی گذارتا تھا اور بے پردگی کے وقت اسی کے پتوں سے اس نے ستر پوشی کی تھی، فرمایا۔ وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ (پ ۸ ع ۱ اعراف ع ۲) یعنی اور دونوں (آدم وحوا) جنت (باغ) کے پتے سے اپنا ستر چھپانے لگے۔ اور زیتون سے نوح علیہ السلام اور ان کی اولاد کے زمانے کی طرف اشارہ ہے۔ اسی کے پتہ سے نوح علیہ السلام کو زمین کی خشکی کا علم ہوا، اور انھوں نے جان لیا کہ اب عذاب الٰہی ٹل چکا ہے، اور زمین کی از سر نو آبادی کا وقت آگیا ہے حق تعالیٰ نے یہاں زیتون کی قسم کھاکر اس عظیم الشان حادثہ کی یاد تازہ کردی،

طور سینین سے شریعت موسوی کی طرف اشارہ ہے،

اس کا ظہور اس وقت ہوا جبکہ دنیا بت پرستی کی آلائشوں سے گندی ہوچکی تھی، اسی شریعت کی اشاعت کیلئے بعد میں بہت سے انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔ جن کے آخر میں حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائے، اور انھوں نے حق کی آواز کو بلند کیا، شرک وبت پرستی کی تردید کی۔

یہ دور بھی ختم ہوگیا، اور آہستہ آہستہ شرک وبدعت کی تاریک گھٹائیں چھاگئیں، ہر طرف خواہشات کی پیروی ہونے لگی، احکام شریعت میں تاویل وحیلہ سازی کے دروازے کھل گئے ایسے وقت میں ابر رحمت جوش میں آیا۔ ظلمتیں چھٹ گئیں روشنی کا نیا دور شروع ہوا، اس کے سامنے گذشتہ دوروں کی روشنیاں ماند پڑگئیں، یہ وہ مبارک زمانہ تھا جبکہ نور محمدی کا ظہور مکہ میں ہوا، اسی وقت انسانیت کے جدید عہد سعادت کی بنیاد پڑی، اس باعظمت دور کی طرف البلد الامین سے اشارہ کیا گیا ہے اس تشریح کے مطابق قسم اور جواب قسم میں مناسبت ظاہر ہے، لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ، بلاشبہ ہم نے انسان کو خوبصورت ترین بناوٹ میں پیدا کیا۔

اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے جو اپنی غفلت اور بداعمالیوں کی بنا پر انسانی شرف وعزت کا خیال نہیں کرتے، گویا وہ اپنی بدکاریوں اور شر انگیزیوں سے یہ ثابت کررہے ہیں کہ ان میں اور وحوش وبہائم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ انسان فطرۃً اپنے اندر شر و فساد کی طرف میلان رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس خیال کو بھی اس آیت میں باطل کردیا، کہ اس نے انسان کے نفس اور بدن کو بہت سی خوبیوں سے مالا مال کیا ہے، اور عقل کی ایسی دولت بخشی ہے جس سے وہ دنیا کی تمام کائنات پر برتری حاصل کرسکتا ہے، زمین و آسمان، خشکی و تری کے بھیدوں کو جان سکتا ہے۔

انسان اپنے ابتدائی دور میں خود غرضی، خود پسندی سے پاک تھا۔ لطف و مہربانی سے اس کا دل پُر تھا طبیعت میں سادگی تھی، تکلف سے نا آشنا تھا، جیسا کہ بچپن کا زمانہ ہوتا ہے، یہ دور نہایت مبارک اور سعید تھا، تمام افراد اطمینان و سکون سے زندگی گذار رہے تھے۔ یہ زمانہ بالکل انجیر کے مشابہ تھا جس طرح اس کا کوئی حصہ بیکار نہیں جاتا بلکہ سب انسان کی غذا بنتا ہے اور اس کیلئے مفید ثابت ہوتا ہے ٹھیک یہی حالت انسان کی پہلے دور میں تھی تمام افراد کے دلوں میں ہمدردی و غمگساری کے جذبات تھے ہر ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آتا تھا، سب جماعت کی لڑی میں پروے ہوئے تھے، ہر شخص اپنی تھوڑی بہت روزی پر قناعت و صبر کرتا تھا، نہ شکوہ شکایت نہ رشک و حسد، لیکن پھر زمانہ نے پلٹا کھایا خواہشات میں اختلاف رونما ہوا حسد کی چنگاریاں بھڑکیں، دشمنی اور کینے کے شعلے بلند ہوئے۔ خونریزیوں اور ہنگامہ آرائیوں نے پاک صاف زمین کو بے گناہوں کے خون سے سرخ کردیا، طبیعتوں میں کھوٹ دلوں میں خیانت اور حق تلفی نے جگہ پکڑلی، حیوانات کے پاس امانت رکھنا انسانوں کے پاس امانت رکھنے سے بہتر سمجھا جانے لگا۔ اس طرح انسان اپنی نفس پرستیوں اور ہوس رانیوں کی وجہ سے اپنی فطری بلندی سے گرکر ذلت و رسوائی کی انتہائی پستیوں میں پہنچگیا، اسی کو فرمایا، ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ یعنی ہم نے انسانوں کو ان کی بدکرداریوں کی بنا پر حیوانوں سے بھی بدتر مقام پر گرادیا۔

ایک درندہ کی بے رحمی اور سفاکی سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں وہ اس کی عین فطرت کے مطابق ہیں، وہ ان افعال کی وجہ سے اپنے مقام سے نہیں ہٹا، لیکن انسان کا معاملہ ہی دوسرا ہے جب اس نے عقل جیسی بیش بہا نعمت کو بیکار چھوڑدیا، اور اس نے اپنی اور اپنے بھائیوں کی کامیابیوں کے اسباب سے غفلت برتی، تو کیا وہ حیوانوں سے بدتر نہ ہوگا؟ کسی نے کیا خوب کہا ہے "اذا فسد الانسان فلا تسل عما یصدر عنہ من ھذیان او عدوان" یعنی جب انسان کی طبیعت میں فساد برپا ہوجاتا ہے تو پھر اس کی سرکشی اور بیہودہ گوئی کی کوئی حد نہیں رہتی" جو لوگ اسفل السافلین کی گہرائیوں میں پہنچے ان میں بعض تو وہ ہیں جو نوحؑ کے زمانہ میں تباہ ہوئے اور بہت سی قومیں وہ ہیں جو درمیانی دور میں صفحۂ ہستی سے مٹائی گئیں۔ اور کچھ لوگ آئندہ اپنی نافرمانیوں کی بنا پر خدا کے عذاب کا نشانہ بنینگے۔ جس طرح دنیا میں ان کیلئے تباہی و بربادی ہے اسی طرح آخرت میں بھی جہنم کی پست ترین گہرائیوں میں انکا ٹھکانا ہوگا إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ یعنی جن کے دلوں میں ایمان کی روشنی ہے

جو اعمال صالحہ سے آراستہ ہیں انہی کیلئے دنیا و آخرت کی کامیابیاں ہیں، یہی لوگ ہیں جنھوں نے مرتبہ انسانیت کی حفاظت کی اور فطرتی اعتدال و میانہ روی کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑا، انہی کیلئے دنیا میں بھی عزت ہے اور آخرت میں بھی دائمی خوشیاں ہیں، یہ کون لوگ ہیں؟ انبیاء کرام کی پاکیزہ جماعت اور ان کی سچی پیروی کرنیوالے خدا کے نیک بندے کہ آج جو کچھ تم دنیا میں برکتوں اور سعادتوں کا سرمایہ دیکھ رہے ہو یہ سب انہی کی کوششوں کے آثار و نتائج ہیں۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ، اے انسان اس کے بعد کونسی چیز تجھکو اطاعت و فرمانبرداری سے برگشتہ کررہی ہے" تو کیا خدا کے ان گنت احسانات کو بھول گیا، اپنی پیدائش میں عجائب قدرت کی نیرنگیاں دیکھ، آسمان و زمین میں غور کر، کائنات کا ذرہ ذرہ اُس خالق اکبر کی عظمت و ربوبیت کی گواہی دے رہا ہے، کیا تجھے معلوم نہیں کہ انسانیت کے شرف و عزت کی حفاظت کرنیوالے صرف مومنین صالحین ہیں یہی لوگ صحیح مسلک پر قائم ہیں۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ ہ اللہ تعالیٰ کی روشن نشانیوں کو دیکھتے ہوئے اسکی اعلیٰ حاکمیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے؟ اس کی تدبیر تمام تدبیروں پر غالب، اس کی حکومت تمام حکومتوں سے برتر ہے، اسی لئے اس نے نوع انسانی کی حفاظت و ترقی کیلئے قوانین مقرر کئے، انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اور یہ سلسلہ برابر حضرت نوح علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جاری رہا۔ مذکورہ بالا تفسیر کی بنا پر دین کے معنی دل کے اخلاص اور اطاعت کے ہیں اس طرح فما یکذبک کا تعلق ماقبل سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے بعض نے دین کے معنی جزائے آخرت کے لئے ہیں اور ماقبل سے اس طرح تناسب بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی انسان کا خالق ہے اور اس نے اسکو ابتداءً بغیر کسی نمونہ اور مثال کے پیدا کیا ہے تو کیا وہ قیامت کے دن دوبارہ جزا سزا کیلئے پیدا نہیں کر سکتا؟

لیکن سورت کا انداز بیان پہلے معنی کی تائید میں ہے اور دوسرا معنی بے جوڑ سا معلوم ہوتا ہے *

بقیہ صفحہ ۵ * اولاً قرآن کی متواتر ترتیب کے مقابلہ میں اُن آحاد اور وہ بھی ضعیف بلکہ بعض موضوع روایتوں کی کوئی وقعت و قدر ہو سکتی ہے جس میں بعض آیتوں کی نزول کی تاریخ تو ناممکن ہے صرف مقام بتایا گیا ہے یعنی فلاں آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے اور فلاں مدینہ میں۔ ثانیاً اگر ان تاریخی روایتوں کو ہم مان بھی لیں تو قرآن کو اسی ترتیب پر واپس لانے کی کوشش کے کیا یہی معنی نہ ہوں گے کہ تاریخ کی بات جغرافیہ میں اور جغرافیہ کے مسائل طب میں، طب کے مسائل اقلیدس کے رسالہ میں اسلئے داخل کر دیئے جائیں کہ مصنف نے تاریخ کی اسی ترتیب سے ان مسائل کو قلمبند کیا ہے کیا اس حرکت کا مرتکب صحیح العقل و سلیم الفکر شمار ہو سکتا ہے؟ اگر یہ دیوانگی اور سراسر جنون ہے تو جو لوگ قرآن کی نزولی ترتیب کے درپے محض چند پادریوں کے اغواء سے ہوگئے ہیں اور ان کی بدنیتی سے اپنی نیت کو نیک کر کے اللہ اور اس کے رسولؐ پر احسان دھرنا چاہتے ہیں، تواتر کی ٹھوس چٹان پر جو عمارت کھڑی ہوئی ہے اُسے ڈھا کر بلاوجہ اوہامی روایات کی بنا پر قرآن کی نئی تعمیر کی فکر میں سرگرداں ہیں۔ بتائیے کہ اُن کے عقول کے متعلق میں کیا خیال کروں یہ تو آیتوں کی ترتیب کی واقعی کیفیت ہے ** (باقی آئندہ)